مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

مولانا مفتی محمود اور مولانا سمیع الحق کے ہری پور جیل میں مصروفیات

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران ہری پور جیل میں جناب شفیق الدین فاروقی کی ڈائری

قسط (۲۹)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب' اہل محلّہ و گرد و پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

ہری پور جیل میں اسارت کے دوران درج ذیل خط بھی نذر قارئین ہے جو کہ شفیق صاحب نے الحق کے قارئین کے نام بھیجا تھا اس میں بعض اہم واقعات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

قومی اتحاد کی تحریک نفاذ شریعت کی چند روشن یادیں

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے سنت یوسفی پر عمل کرنے کا موقعہ دیا اور کچھ عرصہ علماء زعماء قومی رہنماؤں اور عام مسلمانوں کے ساتھ ہری پور جیل میں ابتلاء و آزمائش سے گذرنا پڑا، قائد تحریک پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود اور دیگر عمائدین ملک و ملت رفیق زندان تھے۔ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے اسارتِ زندان کے دوران ایک خط ہری پور جیل بھیجا جس میں اللہ کے دین کیلئے قید و بند کی صعوبتوں پر صبر و استقامت اور دین کیلئے سب کچھ قربان کرنے کی تلقین ہے۔ یہ خط حضرت شیخ الحدیث کے خطوط بنام سمیع الحق میں ملاحظہ فرماویں۔ میرے عزیز مخلص اور سفر و حضر کے ساتھی عزیزم شفیق الدین فاروقی رفیق زندان تھے۔ انہوں نے متعلقین اور وابستگان کے نام ایک خط میں ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں حضرت شیخ کی شرکت اور جیل میں ناچیز کے مشاغل اور پیش آمدہ بعض اہم واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی ضروری ہے کہ زندگی کی یہ چند روشن یادیں یہاں محفوظ کی جائیں۔ خط کا پورا متن ملاحظہ فرماویں۔ (سمیع الحق)

احقر کے اسارتِ ہری پور سنٹرل جیل کے بارہ میں جیل سے ایک خط:

۱۸ مئی ۱۹۷۷ء: آج ہری پور سنٹرل جیل میں جناب ایڈیٹر الحق[1] کے ساتھ گرفتار ہوئے ہمارا باونواں (۵۲) دن ہے۔ قارئین الحق نے گذشتہ پرچہ کے نقش آغاز کے صفحہ پر مولانا کی گرفتاری کے نتیجہ میں نقش آغاز سے محرومی کا بڑی شدت سے احساس کیا ہوگا۔ اس دفعہ بھی میں نے بہت کہا کہ آپ جیل ہی سے نقشِ آغاز لکھ کر بھیج دیجئے۔ مگر وہ اپنی طبیعت آمادہ نہ کر سکے۔ اور کہا کہ ایک تو سنسر شپ کی ظالم تلوار نے قلم کی آزادی ہی نہیں چھینی بلکہ اُسے قتل کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسے حالات میں کون وقت ضائع کرے۔ دوسری بات یہ کہ حالات اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں اور تحریک کی رفتار اپنی منزل مقصود کیطرف اتنی تیز ہے کہ ہر صبح اور ہر شام احساسات اور جذبات کے نئے نئے موڑ سامنے آرہے ہیں۔ ایسے حالات میں کون سے نقطہ پر جم کر اظہار خیال کیا جائے۔ اس بناء پر میں نے چاہا کہ الحق کے پیارے قارئین سے اس خط کے ذریعہ مخاطب ہو کر کچھ نہ کچھ باتیں کی جائیں اور ہری پور کی وہ اسارت گاہ جو آج تحریک نظام شریعت کے طفیل حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ اور دیگر علماء و مشائخ، اہل علم و قلم ارباب زہد و تقویٰ، زعماء ملک و ملت، سیاستدان اور وکلاء اور سیاسی پارٹیوں کے جان نثار لیڈروں اور ورکروں کا ایک عظیم الشان کیمپ بنی ہوئی ہے قارئین کو بھی اسکی کچھ جھلکیاں دکھا دی جائیں۔ ہمارے بہت سے قارئین جو پچھلے کئی ماہ سے الحق کی اشاعت میں بے قائدگیوں سے اکتا چکے ہیں اور نقش آغاز سمیت اسکے کئی سلسلوں کے ٹوٹے جانے سے شکوے شکایات کر رہے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ گذشتہ جنوری سے لیکر اب تک الحق کے ایڈیٹر اور اس کا برائے نام سٹاف جو ایک دو افراد سے عبارت ہے، کتنے ہنگامی اور بحرانی حالات سے دو چار رہا۔

الحق کتابت وطباعت وغیرہ کے جان گسل ادوار:

ایسے حالات میں پرچہ کا زندہ رہنا بھی قارئین کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ ادارۂ الحق کسی معیاری کاتب کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھنے سے قاصر ہے اس لئے اکوڑہ سے دور نوشہرہ میں رہائش پذیر ایک جزوقتی کتابت کا کام کرنے والے کاتب کی رہائش گاہ کے چکر مہینہ میں کئی بار کاٹنے پڑتے ہیں کہ الحق کی کتابت مکمل ہو سکے۔ دوسری طرف جناب ایڈیٹر الحق جو دارالعلوم حقانیہ کے انتظامی امور کے علاوہ تدریس کی ذمہ داریوں کے ساتھ علاقہ کے بیشمار مسائل اور پھر مہمانوں کی

---

[1] احقر سمیع الحق ایڈیٹر اور مدیر نام کا ایسا لاحقہ بن گیا تھا کہ دو ایک بے تکلف احباب نام کے بجائے ''مدیر الحق'' سے یاد کرتے۔

ہر وقت آمد و رفت اور اسفار وغیرہ گونا گوں مصروفیات میں گھرے رہتے ہیں اور اسی بھاگ دوڑ میں بعض اوقات ایڈیٹر صاحب اپنے سفر کے دوران ایک ایک اور آدھے آدھے صفحہ کا مسودہ لکھ کر کاتب کے نام سپرد ڈاک کر دیتے ہیں کہ کسی طرح کتابت کا سلسلہ قائم رہے اور الحق کی اشاعت میں تاخیر نہ ہو۔ کتابت شدہ مضامین کی پروف ریڈنگ زیادہ تر سفر کے دوران ہی کرتے ہیں۔

کتابت کے دشوار گذار مراحل سے گذرنے کے بعد طباعت کیلئے پرچہ اکوڑہ خٹک سے ۴۰ کلومیٹر دور پشاور میں واقع ایک پریس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جہاں طباعت اور بائنڈنگ پر ہفتہ عشرہ سے زیادہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ قارئین کا انتظار بھی شدید ہونے لگتا ہے اور شکایتی خطوط کی یومیہ شرح بڑھتی جاتی ہے مگر قارئین کے خطوط کی تلخی ہمارے حوصلوں کو مہمیز کا کام دیتی ہے کیونکہ ان کا غصہ درحقیقت ان کی محبت اور الحق کے ساتھ دلی لگاؤ کی دلیل ہے۔ پرچہ پریس کے جان گسل ادوار سے نکل کر اکوڑہ خٹک اپنے دفتر پہنچتا ہے، جہاں کوئی اتنا بڑا ڈاکخانہ نہیں جسکا سٹاف ہزاروں کی تعداد میں بھیجنے والے پرچہ کو ایک دن میں نمٹا سکے اس وجہ سے الحق سے بھرے ہوئے ڈاک کے بیگ کئی کئی دن نکلتے رہتے ہیں یا پھر ادارہ اپنے طور انتظامات کے تحت ڈاکخانہ کا ہاتھ بٹاتا ہے تاکہ ایک ہی دن میں ترسیل ہو بہرحال ایسی کئی ایک مشکلات جنہیں ایڈیٹر صاحب اور ادارہ حل کرنے میں کوشاں ہیں کی وجہ سے پرچہ کی اشاعت میں تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔

الحق نہ ختم ہونے والے جذبۂ جہد و عمل کا نتیجہ:

بلاشبہ ایسے نامساعد احوال میں کہ پرچہ کے وسائل تو کیا محدود سے محدود وسائل بھی نہ ہوں نہ رجال کار ہوں اور نہ ماحول ہو کسی ایسے پرچے کا بارہ سال تک زندہ رہنا بھی اور اسی سج دھج کیساتھ جو روز اول سے تھا کہ اس کا معیار بھی نہ گرنے پایا، محض خداوند کریم کے بے پناہ فضل وکرم کی دستگیری اور اس کے چلانے والے کے نہ ختم ہونے والے جذبۂ جہد و عمل کا نتیجہ ہے ورنہ کتنے لوگ ہیں کہ دو چار سال ہی میں حالات کے سامنے سپر انداز ہوجاتے ہیں۔ الغرض یہ تو بعض ایسی مشکلات تھیں جو اکثر الحق کیساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ مگر گذشتہ پانچ چھ ماہ تو جس شورا شوری میں گذرے اس میں الحق کی اشاعت میں تاخیر پر جناب ایڈیٹر صاحب اور ادارہ سے شکوہ کرنا بھی ظلم ہے۔

جنوری کی پہلی دہائی میں وزیراعظم بھٹو نے قومی اسمبلی توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان کر دیا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ جنہوں نے دارالعلوم کے تدریسی، علمی اور اپنی روحانی مصروفیات کے ساتھ ضعف اور طویل امراض اور پھر مخصوص طبیعت کی بناء پر اسمبلی کی رکنیت کا کوئی لمحہ بھی طیب خاطر

سے نہیں گوارا کیا اور پچھلی مرتبہ ۱۹۷۰ء کے انتخاب کیلئے بھی بڑی مشکل سے اکابر جمعیۃ العلماء اسلام اور عامۃ المسلمین نے بے حد اصرار پر انہیں آمادہ کیا تھا اب اسمبلی کے ٹوٹنے کے اعلان سے انہوں نے سکھ کا سانس لیا اور طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی، مگر ادھر آپ پنڈی سے اکوڑہ خٹک تشریف لائے اُدھر چند ہی دن میں پاکستان قومی اتحاد اپنے اجلاس پشاور میں جس سیٹ پر سب سے پہلے متفق ہوا وہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ ہی کی سیٹ تھی۔ اُسی وقت حضرت مولانا مدظلہ نے حضرت مفتی صاحب اور دیگر حضرات سے باصرار اپنی معذرت پیش کی مگر جتنا اصرار بڑھتا گیا اتنا ہی ان حضرات نے اپنے فیصلہ کو حتمی اور ناقابل واپسی ہونے پر اصرار کیا۔ پھر حضرت شیخ الحدیث نے اپنے حلقۂ انتخاب کے مخلصین احباب کو جمع کیا۔ ان کے سامنے بھی یہی صورت پیش آئی، آپ حلفاً اپنی مجبوریاں پیش کرتے رہے اور ادھر سے اصرار بڑھتا رہا ادھر بعض لوگوں نے مولانا مدظلہٗ کے ضعف اور معذرت کو دیکھ کر جناب ایڈیٹر صاحب کا نام پیش کیا مگر وہ اپنے لئے بھی اور حضرت مولانا مدظلہٗ کے لئے بھی اس انتخابی سیاست میں مزید الجھ جانے کو پسند نہیں کرتے تھے کہ دونوں صورتوں میں انتخابی سیاست کی خاردار جھاڑیوں سے الجھنا اور اسے عبور کرنے کا مشکل کام ایڈیٹر صاحب ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔ اور وہ اپنے تعلیمی، تدریسی اور تصنیف و تالیف اور صحافت کے مشاغل کو انتخابی ہنگاموں اور سیاسی جھمیلوں پر ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کاغذات نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ سے ایک رات قبل جمعیۃ کے بعض اکابر نے آکر انتہائی عجز و الحاح سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کو کاغذات داخل کرنے پر مجبور کر دیا کہ اسمبلی میں آپ کے بابرکت وجود سے نفس موجودگی بھی خیر و برکت کا باعث ہوگی اور کسی مسئلہ میں اسلام کے لئے آپ کا ہاتھ اٹھانا بھی کافی ہوگا۔

وزیر اعلیٰ سے انتخابی مقابلہ:

مقابلہ میں اُس وقت کے صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور حکمران پارٹی کے صوبائی صدر جناب نصر اللہ خان خٹک تھے، جو ۱۹۷۰ء میں بھی مولانا مدظلہٗ سے ہار چکے تھے اور اب جیسا کہ معلوم ہوا ہے وہ اپنے چیئرمین بھٹو صاحب سے مجبور تھے اور اضطراراً انہوں نے حضرت شیخ الحدث سے مقابلہ کے مرگِ مفاجات کو قبول کیا۔ اس وقت حکمران پارٹی بظاہر اپنے عروج کے انتہا پر تھی، بھٹو صاحب خود بھی بلا مقابلہ آئے اور ان کے چاروں وزراء اعلیٰ کے لئے بھی یہی پالیسی طے ہوئی کہ پارٹی کے کسی وزیر اعلیٰ کی شکست کی صورت میں حکمران پارٹی کی ساکھ کو بین الاقوامی طور پر نقصان پہنچتا ہے۔ بہر صورت حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے تو کاغذات داخل کر دیئے، آگے انتخابی معرکہ کارزار کو سر کرنا اور اس کی

دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کرنے کا کام تو چار و ناچار مولانا سمیع الحق صاحب کے گلے پڑنا تھا، مرتا کیا نہ کرتا، اب وہ کمر ہمت باندھ کر اتنی ہی شدت سے انتخابی معرکوں میں کود پڑے، جس شدت سے حریف سے مقابلہ تھا، حریف ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھا، صوبائی حکومت کا سربراہ اور مرکزی حکومت کا نمائندہ ہی نہیں بلکہ چہیتا، لاکھوں کے فنڈ اور سرکاری وسائل انکے پاس اور اس بیدردی سے حریف نے ان وسائل سے فائدہ اٹھایا کہ اخبار نوائے وقت (۱۹ فروری) کے بقول حلقۂ انتخاب کے کسی ایک چھوٹے سے قصبہ کے جلسہ کیلئے ایک سو بیس ٹرک پکڑے گئے۔ سرکاری محکموں کی جیپ اور گاڑیاں الگ مخالفت میں شب و روز دوڑ رہی تھیں۔ ادھر انتظامیہ، اے سی اور ڈی سی، آئی جی سے لے کر کمشنر اور گورنر تک حریف کی کامیابی میں حیران و سرگردان (مولانا مدظلہ کے جعلی واپسی کے کاغذات داخل کرنے اور بھگتانے میں بھی ان سب لوگوں نے حریف کے لئے آلہ کار ہونے کا فریضہ انجام دیا)۔

حریف نے ترھیب وترغیب کا ہر طریقہ آزمایا:

حریف امیدوار نے پشاور کا وزیر اعلیٰ ہاؤس چھوڑ کر نوشہرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ کئی ٹیلیفون لائنیں لگ گئیں۔ پولیس کے بڑے بڑے افسر تحصیل نوشہرہ کے مفلوک الحال اور پسماندہ بستیوں میں جا جا کر غریب لوگوں کو دھونس سے وزیر اعلیٰ صاحب کو کامیاب کرنے کے احکام نافذ کرتے خود وزیر اعلیٰ صاحب انتخابی مہم میں جہاں بھی جاتے ہسپتالوں، سڑکوں، سکولوں، آبنوشی، بجلی، صحت، تعلیم کے منصوبوں کے ہوائی طومار باندھتے، ان دنوں مشہور تھا کہ وزیر اعلیٰ صاحب گاڑی میں اپنے ساتھ فیتہ اور چونا بھی رکھتے ہیں اور جہاں کسی گاؤں میں لوگوں کا مطالبہ سنا یا کسی ضرورت کا احساس ہوا تو وہیں فیتہ سے کوئی زمین ناپ کر چونے سے نشان لگوا لیتے کہ یہی سکول اور ہسپتال ہے، بس صرف بننے کی دیر ہے۔ اس ضمن میں وزیر اعلیٰ صاحب نے پبی کے نواحی دیہات کے ایک دن کے دورے میں جن منصوبوں اور ترقیاتی سکیموں کا دیہاتی باشندوں کے سامنے اعلان کیا ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کیلئے کم از کم دس کروڑ روپے درکار تھے یہ نہ ہوسکتا تھا نہ ان وعدوں کے پیچھے تکمیل کا کوئی داعیہ تھا مگر دیہاتی باشندوں کو کسی طرح مولانا مدظلہ سے کاٹ کر ووٹ حاصل کرنے کی ہر وہ سعی جو حریف امیدوار کر سکتا تھا اس نے اس میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ بہر حال ایسے حریف سے مولانا سمیع الحق صاحب جو سارے انتخابی مہم کے انچارج تھے کو تحصیل کے مخلص بے لوث ورکروں رضا کاروں اور حضرت مدظلہ کے فدائیوں کے ذریعہ نمٹنا پڑا جب کہ خود مولانا کے پاس ایک دو ٹوٹی پھوٹی گاڑیوں کے علاوہ ایک

جیپ تک نہیں تھی اور یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ کاغذات نامزدگی سے لیکر کاغذات کی واپسی ۲۹ جنوری تک وہ کیا کچھ تھا جو حریف نے حضرت مدظلہ کو راستہ سے ہٹا کر خود بلا مقابلہ منتخب ہو جانے کیلئے نہ کیا۔ حضرت مدظلہ تو علالت کی وجہ سے گھر ہی میں رہے اوران لوگوں سے بالکل پس پردہ جنکی ذات بابرکات تک وزیر اعلیٰ اور اسکے حواریوں کی رسائی بھی نہ ہوسکی مگران دنوں تحریص وترغیب اور ڈرانے دھمکانے کی کوئی ایسی صورت نہ تھی جس سے براہِ راست مدیر صاحب کو گذرنا نہ پڑا ہو، عموماً یہ حملے [1]رات کو ہوتے تھے اور دن کو بھی تعاقب جاری رہتا تھا۔ مرکز میں وزارت، سینیٹ کی ممبری، صوبائی ممبری، دارالعلوم کو موجودہ معیار سے دس گنا ترقی دینے کے نام سے اسلام کی دردمندی کے لبادہ میں طول طویل رقومات کی پیشکش، علی ہذالقیاس،

مسئلہ کسی سیٹ کا نہیں، شاہ ولی اللہ سید احمد شہید شیخ الہند کی تحریک کا ہے:

مگر ایڈیٹر صاحب ایجنٹوں کی کوئی بات سنے بغیر ہی ایک خندۂ استہزاء سے انکے ظرف اور ذہنیت کے پرخچے اڑا دیتے اور کہتے کہ اللہ کے بندو مسئلہ کسی ایک سیٹ کا نہیں یہ تو شاہ ولی اللہ سید احمد شہیدؒ اور شیخ الہندؒ کی تحریک ہے۔ مجدد الف ثانی کا دیا ہوا درس ہے اسکی کوئی قیمت دنیائے حقیر کی منڈی میں لگائی ہی نہیں جاسکتی پھر دھمکیوں پر بات آجاتی یعنی دارالعلوم کو اصطبل بنانے (نعوذ باللہ) اور قتل وقتال کے امکانات مگر آپ کہتے کہ کوئی بات نہیں اب تو حضرت شیخ الحدیث کے گھر کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اور سب سے چھوٹا بچہ راشد (مولانا سمیع الحق صاحب کے فرزند مولانا راشد الحق، مدیر الحق) بھی اس راہ میں

(داؤ پیچ اور انتخابی حربوں کے انچارج مگر آج نواز شریف کے نفس ناطقہ اور ترجمان)

[1] اور اسے تاریخ کا ایک ظریفانہ انکشاف یا مذاق سمجھیں کہ اس تمام حربوں کو آزمانے والا شخص جناب پرویز رشید تھے جو اُس وقت نصر اللہ خٹک مرحوم کے انتخابی حربوں اور داؤ و پیچ کے انچارج تھے اور میری موجودگی میں تحریص وترغیب کے سارے گُر آزمائے جاتے، سارے حربے ناکام ہوئے اور وزیر اعلیٰ کو کارزار میں کودنا پڑا تو پرویز رشید صاحب نے پولنگ کے دن انتخابی سٹیشنوں پر بھی وزیر اعلیٰ کو جتوانے کیلئے تمام وہ طورطریقے استعمال کئے جس کا قانون اخلاق اور جمہوریت کے رو سے کوئی جواز نہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث اور مولانا سمیع الحق پر پولنگ سٹیشنوں کے دوران ایک جگہ تو اسلحہ بھی لہرایا گیا۔ جعلی ووٹ بھگتانے کیلئے ماڈرن خواتین کو استعمال کیا گیا جن کیلئے سینکڑوں برقعے بنائے گئے تھے مگر حق غالب تھا اور غالب رہا۔ حق کا بندہ (عبدالحق) بڑی اکثریت سے کامیاب ہوا۔ ناظرین یہ پرویز رشید صاحب کون تھے؟ یہ انکشاف مدتوں بعد مجھے لرزا کر رکھ گیا کہ یہ شخص وہی ہیں جو بعد میں جناب نواز شریف کے معتمد مقرب اور ناک کے بال بن گئے اور اس وقت وہ میاں صاحب کے خصوصی درباری، مسلم لیگ (ن) کے سرکردہ رہنما، نفس ناطقہ، پارٹی ترجمان اور اس وقت سینیٹ میں مسلم لیگ کے سینیٹر ہیں۔

ع بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے (شفیق فاروقی)

لگ جائیں تو زہے نصیب۔ پھر جرگوں کی بات ہوتی کہ ہم ملک کے معزز ترین افراد بشمول چیئر مین بھٹو صاحب کا جرگہ مولانا کے سامنے لائیں اور مولانا مدظلہ دستبردار ہو جائیں۔

مولانا کے دستبردار ہو جانے کا جعلی منصوبہ:

یہ سب حربے ناکام ہوئے اور حریف ہر لحاظ سے اپنے آپکو مقابلہ کے میدان میں پانے لگا۔ تو ۲۸ جنوری کو بعجلت تمام نہایت ناقص منصوبہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے وزیر اعلیٰ صاحب کے حق میں دستبردار ہونے کے کاغذات داخل کرادئے ، ریٹرنگ آفیسر اے سی صاحب نوشہرہ بھی انکے چشم و ابرو کے اشارہ پر چلنے والے وکیل بھی اور گواہ بھی انکے انتخابی ورکر خود ہی منصف خود ہی گواہ۔ ۲۹ جنوری کو صبح سویرے فون کی گھنٹی بجی ، ایڈیٹر صاحب نے ریسیور اٹھایا ، پنڈی سے ایک جان نثار چیخ رہا تھا کہ اخبارات اور ریڈیو سے مولانا مدظلہ کی دستبرداری کا اعلان کیسے ہوا۔ یہ اس دن کے اخبارات کی ہیڈ لائن تھی اور انہی شہ سرخیوں کو پشاور ریڈیو نے صبح صبح نشر کر دیا تھا۔ یہ اطلاع ایک بم سے کم نہ تھی دشمن نے ہر طرح ناکامی دیکھ کر دجل وفریب کی آڑلی تھی

اب فریب کاری کا نشانہ بھی ایڈیٹر صاحب بنا دیئے گئے مگر جعلسازی کے پرخچے اڑانے تک بیدردی سے تعاقب:

اور اس کا نشانہ بھی اب حضرت مولانا مدظلہ سے زیادہ بے چارے ایڈیٹر الحق ہی بننے والے تھے ، خیالات اور دلوں کی دنیا پر کسی کا پہرہ ہوتا نہیں ، اب جتنے منہ اتنی باتیں اور باتیں نہ سہی تو دل و دماغ تو ہر طرح کے خیالات کو ہضم کر سکتے مگر ایڈیٹر صاحب نے اللہ کا نام لیکر لحاف دور پھینک دیا اور اس شدت سے آخر تک اس دجل و فریب کا دو ہفتے تک دن رات ایک کر کے مسلسل تعاقب کیا کہ جب تک اسلام آباد کے الیکشن کمیشن کے آڈیٹوریم ہال میں اس پرفریب جعلسازی کے پرخچے نہیں اُڑے اس وقت تک دم نہ لیا۔ اُسی دن حضرت مفتی محمود صاحب پشاور میں تھے۔ یہ خبر سنتے ہی صبح صبح نوشہرہ پہنچے حضرت شیخ الحدیث نے فوراً تردیدی بیان جاری کیا ، مجمع میں تردیدی تقریر کی ، حضرت مفتی صاحب نے پشاور میں پریس کانفرنس بھی کی ، مدیر صاحب نے اُسی دن وزیر اعظم اور الیکشن کمشنر کو تار دئے۔ الیکشن کمشنر سجاد احمد خان صاحب (موجودہ چیئر مین سینیٹ جناب وسیم سجاد کے والد ماجد) سے فون پر حضرت مفتی صاحب نے بات کی یہ سب تفصیلات اخبارات اور رسائل میں آتی رہی ہیں یہاں

تک کہ مولانا مدظلہ کیساتھ اس فریب کاری کی گونج بی بی سی اور وائس آف امریکہ، ریڈیو جرمنی سے بھی سنائی دی۔

ایڈیٹر صاحب کو عدالتی معرکہ سر کرنا پڑا:

کیس چیف الیکشن کمشنر کے پاس گیا، نہایت مختصر وقت میں کیس کی دستاویزی تیاری اور ۵۔۵ فائل مکمل کرانے کا چیف صاحب نے دوسرے دن تک داخل کرانے کا حکم صادر کیا اور اب ایڈیٹر صاحب کو ایک نئے تجربہ (عدالت، کچہری، وکلاء وغیرہ) سے دوچار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو ایک دوست کی جگہ ٹھہرا کر آپ نے ۲۴ گھنٹے میں کیس کی تیاری کا معرکہ بھی سر کر لیا۔ دوسرے دن ۴ بجے تک کئی سو بیانات حلفی فوٹوسٹیٹ اخبارات کے تراشے اور مدلل دعویٰ بنام وزیر اعلیٰ کے فائل تیار ہو گئے خدا نے بھی ہر طرح مدد فرمائی۔

ملک کے معروف قانون دان سابق وزیر قانون اے کے بروہی کی پیشکش:

ایڈیٹر صاحب نے احتیاطاً اے کے بروہی صاحب (جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے دل و جان سے معتقدین میں سے ہیں) سے بھی کراچی فون پر بات کی انہوں نے فرمایا کہ میں کل راولپنڈی میں ہوں گا۔ انٹرکانٹینینٹل میں ملئے، دوسرے دن انہوں نے حالات سنے تو حضرت کے تعلق کیوجہ سے آبدیدہ ہو گئے اور ایڈیٹر صاحب کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل کے اوپر کافی دیر تک لگائے رکھا اور حاضرین مجلس سے کہہ رہے تھے کہ دیکھئے کیسے کیسے لوگ ان حالات کا شکار ہو گئے۔ اب اوروں کی کیا بات کی جائے۔ پھر مدیر صاحب سے کہا کہ اس کیس کا یہاں عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ نہ ہوا تو میں اسے خود آگے عدالت میں لیکر جاؤں گا اور مولانا مدظلہ سے کہئے کہ ''آپ کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پورا اختیار دیا ہے اگر ضرورت سمجھیں تو جب چاہیں بلالیں مجھے حکم دیں میں آجاؤں گا''۔ مسئلہ الیکشن کمیشن میں پیش ہوا۔

عدالت میں شیخ الحدیث کی پیشی، شیخ الہند اور مولانا مدنی کے سنتوں کی تعمیل:

جناب سجاد احمد جان چیف الیکشن کمشنر عبدالحفیظ سمن جسٹس سعد سعود جان پر مشتمل کمیشن کے سامنے حضرت شیخ الحدیث پیش ہوئے، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ترین عدالت میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے اپنے اساتذہ حضرۃ مدنیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسے بزرگوں کی

سنتوں کی تعمیل کروائی کہ عمر کے آخری ادوار میں عدالتوں کے مراحل سے بھی دین کیلئے گذریں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کوحق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی جن ظاہری انوار وعلامات سے بھی نوازا ہے اور خدائی ہیبت وہ یہاں بھی کام آئی۔ جناب چیف الیکشن کمشنر نے سماعت شروع ہونے سے قبل نہایت ادب واحترام سے مولانا مدظلہٗ کومخاطب کیا اور فرمایا آپ کرسی پر آرام سے تشریف رکھ کر کاروائی میں حصہ لیں۔ کاروائی شروع ہوئی جو ساڑھے چار گھنٹے تک جاری رہی، مولانا مدظلہٗ کے وکیل جناب بشیر احمد انصاری تھے اور اعزازی طور پر جناب سینٹر اور بیرسٹر ظہورالحق بارایٹ لاء اور دیگر وکلاء بھی آخر تک موجود رہے، مخالف فریق اپنے طور پر اعلیٰ سے اعلیٰ وکلاء کو لا چکے تھے۔

ججوں پر خدائی ہیبت اور کیس میں فتح:

یہاں حق وصداقت ایسا نمایاں رہا کہ الیکشن کمیشن کے سربراہ سمیت دیگر ارکان خود مولانا مدظلہٗ کے گویا وکیل بن گئے مخالف فریق کے بے سروپا جرحوں کا خود چیف صاحب نوٹس لیتے رہے اور ڈانٹتے رہے پھر خود حضرت شیخ الحدیث نے جس سادے اور مؤثر مختصر جوابات دئے اس سے بھرے ہوئے ہال میں داد وتحسین کی آوازیں گونجنے لگ جاتیں اس کاروائی کا کچھ نہ کچھ حصہ اخبارات میں شائع ہوا تو کمیشن کے فیصلہ دینے سے قبل بھی جس نے اسے پڑھا اس نے یہی کہا کہ اب رسمی اعلان باقی ہے۔ مولانا مدظلہٗ کو خدا نے اس کیس میں فتح دی، حق واضح ہوگیا۔ آگے فیصلہ وہی ہوا صبح کہ چیف الیکشن کمشنر نے ایک اہم پریس کانفرنس بلاکر اس مقدمہ میں مولانا مدظلہٗ کوحق بجانب قرار دینے کا اعلان کیا اور مولانا کے نام پر واپسی کے کاغذات کو جعلی اور غیر قانونی قرار دیا۔

میرے مقابلے میں تو پیغمبر کھڑا ہے (والعیاذ باللہ):

اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بادلِ ناخواستہ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہونا پڑا جو خود الیکشن کے دوران اپنی دینی بے احتیاطی، کم علمی یا جذبات میں مغلوب ہوکر بیشمار لوگوں کے سامنے یہ کہتے پھرتے رہے کہ میں کیسے مقابلہ کروں اور جیتوں جبکہ ''نعوذ باللہ'' میرے مقابلہ میں تو پیغمبر کھڑا ہوگیا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر کیطرف سے شیخ الحدیث مدظلہٗ کے حق میں فیصلے کا اعلان غالباً ۱۳ مارچ کو گیارہ بجے صبح کی خبروں میں ہوا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے کیس مولانا جان محمد عباسی بنام وزیر اعظم بھٹو میں کمیشن نے فیصلہ بھٹو صاحب کے حق میں دیا بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت کے حق میں فیصلہ

اسلئے محفوظ رکھا گیا تھا کہ دونوں مقدموں کا ایک ساتھ اعلان ہو اور وزیر اعظم کے حق میں فیصلہ دینے کی تلخی میں وزیر اعلیٰ کے خلاف فیصلہ دینے سے کچھ اعتدال پیدا کیا جائے بہر حال اعلان ہوتے ہی مولانا مدظلہ کے حلقہ انتخاب میں خوشی کی ایک عظیم لہر دوڑ گئی لوگ جشن فتح منانے کے انداز میں حضرت مدظلہ کے مکان پر دوڑ پڑے۔

فتح کے اعلان پر شیخ الحدیث کا عاجزانہ خطاب:

حضرت نے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے کسی کے خلاف نعروں سے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ ہمیں کبھی غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ صحابہ کرام کو اپنی کثرت کا خیال ہوا تو حنین میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی کے بارہ میں مردہ باد کا نعرہ ہرگز نہ لگایا جائے اور اس کامیابی پر اللہ کی حمد ادا کی جائے۔'' بہر حال پھر الیکشن کا معرکہ گرم ہوا حلقہ انتخاب تحصیل نوشہرہ اٹک سے پشاور تک اور شمال میں مردان اور جنوب مشرق میں کیمبلپور جنوب مغرب میں کوہاٹ کے ضلعوں تک پھیلا ہوا پانچ چھ سو دیہات اور پہاڑی علاقوں پر مشتمل ایک ایک دن میں جناب ایڈیٹر صاحب اور دیگر حضرات کو دس دس مقامات پر جلسوں سے خطاب کرنا پڑا۔ ۷ مارچ کو الیکشن ہوا اور ان بے مثال دھاندلیوں کے باوجود جس نے پورے ملک کو اس عظیم بحران میں ڈال دیا اور ساری مشکلات کے باوجود حق تعالیٰ نے ایک فقیر بے نوا بندہ حق کو وزیر اعلیٰ کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی دی اور مولانا مدظلہ نے انچاس ہزار چوبیس یعنی تقریباً ۵۰ ہزار ووٹ حاصل کئے جبکہ کم از کم بیس ہزار حریف نے دھاندلی میں ہضم کئے۔

دھاندلی کے نتیجہ میں ۱۹۷۷ء کا بحران:

صوبائی انتخابات کے بائیکاٹ کے بعد تحریک شروع ہوگئی۔ یہاں کی انتظامیہ الیکشن میں مار کھا چکی تھی اور وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک سمیت سب کی نظرِ عتاب مولانا سمیع الحق پر تھی۔ ۱۱ مارچ کی رات کو ان کی گرفتاری کیلئے چھاپہ مارا گیا۔ اس رات اتفاق سے آپ گھر میں نہیں تھے۔ حضرت شیخ الحدیث نے کہا میں حاضر ہوں گرفتاری کیلئے۔ پولیس نے معذرت اور ندامت کیساتھ کہا کہ نہیں مولانا سمیع الحق نہیں ہیں تو متبادل کوئی فرد دیا جائے کہ اوپر سے ہم مجبور ہیں۔ چنانچہ اسی رات مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا انوار الحق مدرس دار العلوم حقانیہ کو گھر سے گرفتار کر کے نوشہرہ اور پھر چند دن بعد وہاں سے ہری

پور جیل منتقل کیا گیا اور دھاندلی (۱) کی یہ بھی شرمناک مثال کہ جن کا نام تک پولیس کے پاس نہیں تھا نہ وارنٹ اسے (مولانا سمیع الحق کے ساتھ) گرفتار کرنے کے بعد پولیس نے فرد جرم دفتر میں بیٹھ کر مرتب کیا۔ اس کے بعد تحریک زور شور سے چل پڑی۔ اکوڑہ خٹک سے روزانہ جلوس نکلتے رہے اور دارالعلوم حقانیہ کے بہادر طلباء سمیت گاؤں اور مضافات کے لوگ گرفتاریاں دینے لگے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی دعاؤں کے ساتھ جلوس ان کی مسجد سے روانہ ہوتے۔

مولانا سمیع الحق نے خود گرفتاری دی:

پولیس مولانا سمیع الحق کی تاک میں رہی مگر دارالعلوم حقانیہ میں داخل ہونے کی اسے جرأت نہ ہوسکی، بالآخر مولانا سمیع الحق نے ۲۹ مارچ کو ایک جلوس کی شکل میں خود کو گرفتاری کیلئے پیش کردیا۔ مجھے آپ نے گرفتاری دینے سے بہت روکا مگر مجھے مولانا کی طبیعت کی وجہ سے معلوم تھا کہ انہیں جیل کی اجتماعی اور ہنگامی زندگی میں کتنی دقتیں ہوں گی اور بالآخر انہوں نے اجازت دیدی رات ہمیں اکوڑہ خٹک کے تھانہ میں رکھا گیا اور ایسے مہمانوں کیطرح کہ صبح تک تھانے کا عملہ ہماری پاسداری میں لگا رہا۔ صبح پولیس نے اپنی گاڑی منگوائی مگر مولانا نے کہا کہ آپ چاہیں تو اپنی موٹر منگوالیں تاکہ آپکو تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ مولانا نے گھر سے موٹر منگوائی ان کے برادر محترم پروفیسر محمود الحق حقانی پشاور یونیورسٹی ڈرائیونگ کرتے رہے۔ پولیس کی دوسری گاڑی ساتھ تھی اور ہمیں نوشہرہ کی عدالت میں پیش کرنے کے بعد پشاور سنٹرل جیل اور پھر اسی دن وہاں سے جگہ نہ ہونے کیوجہ سے ہری پور سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا۔ ۳۰ مارچ کے ۳ بجے ظہر ہم جیل میں داخل ہوئے ہم سے پہلے اسی دن اخبارات سے گرفتاری کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ سب لوگوں نے نہایت خوشی اور گرمجوشی سے استقبال کیا۔ ہم لوگ جیل کے احاطہ اے ٹی سی کی بارک نمبر ۹ میں حاضر ہوئے۔

جیل میں مفتی محمود کی دعا کہ مولانا سمیع الحق کو یہاں لے آئیں:

حضرت مفتی صاحب ایڈیٹر صاحب کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے آج اخبار میں پڑھا تھا اور دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی ہریپور جیل میں تجھے لے آئے' بس اس کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی پرلطف، پرازمعلومات مجلسیں تھیں اور ہم تھے۔ ویسے تو تمام اسیروں کیلئے مفتی

(۱) اس سے مراد احقر ہے کہ جنہیں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ گرفتار کیا گیا جبکہ میری خود یہ تمنا تھی کہ یہ سعادت سنت یوسفی مولانا مدظلہٗ کے معیت و رفاقت میں مجھے بھی نصیب ہوجائے۔ (شفیق)

صاحب مدظلہ کا قیام اور وجود نہایت اطمینان اور بہترین تربیت اور سکون قلب کا باعث رہا مگر جناب ایڈیٹر صاحب سے چونکہ آپ کو خاص تعلق خاطر ہے اور طبیعت کھل جاتی ہے اور لطائف وظرائف سے مجلس کا رنگ ہی اور ہو جاتا ہے۔ عموماً میں اور ایڈیٹر صاحب دن بھر مفتی صاحب مدظلہ کیساتھ رہتے۔

مفتی صاحب کے تعلیمی تدریسی مشاغل جیل دارالعلوم بن گیا:

درس وتدریس کا بازار بھی گرم ہوا۔ اور بقول مفتی صاحب ہری پور جیل جیل نہیں دارالعلوم بن گیا ہے۔ مفتی صاحب مدظلہ کے صاحبزادے مولوی فضل الرحمٰن متعلم دارالعلوم حقانیہ اور دارالعلوم کے کئی اسیر طالب العلموں نے مفتی صاحب سے مشکوۃ شریف ہدایہ اور سراجی کا درس شروع کیا جس میں اور بھی کافی علماء اور زعماء بیٹھتے۔ اس کے بعد دو چار گھنٹے مفتی صاحب ترمذی شریف کی عربی شرح لکھتے۔ ملاقاتیوں کے ہجوم کی وجہ سے بڑی مشکل سے کچھ وقت نکلتا۔ مولانا سمیع الحق صاحب کی ہر وقت یہ سعی ہوتی اور جھگڑا جاری رہتا کہ اس کام کے لئے حضرت مفتی صاحب کو زیادہ وقت ملے۔ عصر کے بعد کھلی گراؤنڈ میں حضرت مفتی صاحب نے حدیث کا درس دو ایک دن دیا تو انتظامیہ نے اس بارہ میں اپنی دشواریاں ظاہر کیں۔ اور درس روک دیا گیا جیل میں پانچ چھ سو تو صرف علماء کی تعداد ہوگی۔ اور مختلف پارٹیوں اور خیالات کے بھی لوگ تھے۔

مفتی صاحب کے درس پر پابندی اور مولانا سمیع الحق کی ذمہ داری تدریس خطابت جمعہ:

مگر مفتی صاحب مدظلہ کے درس رک جانے کے بعد یہ قرعۂ نام مولانا سمیع الحق کے نام نکلا اور سب کی مرضی سے آپ نے یہ درس شروع کیا جو آج تک بالالتزام جاری ہے اور نماز عصر کے بعد اے ٹی سی کی وسیع گراؤنڈ میں ہوتا ہے۔ یہی حال نماز جمعہ کا بھی ہوا حضرت مفتی صاحب نے جیل میں نماز جمعہ کے جواز کے دلائل کو نہایت واضح طور پر پیش کیا اور جمعہ کا آغاز ہوا۔ حضرت مفتی صاحب جمعہ پڑھاتے اور تقریر بھی جس سے ساری جیل کے سیاسی اور اخلاقی قیدیوں کی عظیم تربیت ہونے لگی اور لوگ متاثر ہونے لگے تین خطبات آپ نے دئے جنہیں ایڈیٹر صاحب نے قلمبند بھی کیا ہے مگر ان کے سہالہ جیل منتقل ہونے پر اب جمعہ پڑھانے کا مسئلہ اٹھا۔ مگر اللہ کی شان کہ یہ سعادت بھی ایڈیٹر صاحب کے ذمہ آئی۔ اور علماء کرام ومشائخ وسیاسی زعماء سب نے بخوشی یہ ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی اور آپ جمعہ پڑھانے لگے اور جمعہ سے قبل گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ حالات حاضرہ پر تقریر بھی مدلل طور پر فرماتے ہیں۔ جس سے ہر طبقۂ فکر کے لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں۔